Al-Raqīm (Research Journal of Islamic Studies)
ISSN: 3006-2225 (Print), 3006-2233 (Online)
Volume 04, Issue 01, January-June 2026.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islāmia University of Bahāwalpur, Raḥīm Yār Khān Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

پاکستان میں توہینِ رسالت کے مقدمات میں معیارِ شہادت: آسیہ بی بی کیس کی روشنی میں عدالتی استدلال کا تنقیدی مطالعہ

Evidentiary Standards in Blasphemy Cases in Pakistan: A Critical Study of Judicial Reasoning in the Asia Bibi Case

Tahira Munawar
Admin Officer, Ph.D Scholar, University of Education, Lower Mall, Lahore
https://orcid.org/0009-0003-5459-5580
Dr. Abdul Aleem
Associate Professor, ITC Department, UMT Sialkot.
abdul.aleem@skt.umt.edu.pk
Prof. Dr. Muhammad Shahbaz Manj
Chairperson Department of Islamic Studies, University of Education, Lower Mall, Lahore/ Post Doc Fellow, Visiting Professor, University of Gottingen, Germany
https://orcid.org/0000-0002-4641-3666
shahbaz.manj@ue.edu.pk.

Abstract :
This article examines the evidentiary standards applied in prosecutions under Section 295-C of the Pakistan Penal Code, with particular reference to Asia Noreen (Asia Bibi) v. The State. It compares the reasoning of the Trial Court, the Lahore High Court, and the Supreme Court of Pakistan in order to assess how witness testimony, alleged extra-judicial confession, delay in lodging the FIR, procedural irregularities, and the possibility of false implication were evaluated at different judicial levels. The study argues that the Trial Court and the Lahore High Court placed substantial reliance on oral testimony and treated several inconsistencies as minor, whereas the Supreme Court applied a stricter standard of proof and regarded those inconsistencies as material contradictions capable of creating reasonable doubt. The article further analyses the doctrine of benefit of doubt as a right of the accused rather than a discretionary concession, and shows its compatibility with both Pakistani criminal law and Islamic

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

principles of justice, caution, and evidentiary certainty. It concludes that the Asia Bibi judgment represents an important precedent for fair-trial guarantees, strict scrutiny of evidence, and judicial restraint in highly sensitive blasphemy cases.

Keywords:

Section 295-C PPC; Blasphemy Law in Pakistan; Evidentiary Standard; Criminal Justice; Benefit of Doubt; Judicial Reasoning; Extra-Judicial Confession; False Implication; Islamic Jurisprudence.

تعارف:

پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہ صرف مذہبی تقدس سے وابستہ ہے بلکہ اس کے اطلاق اور نفاذ میں ریاستی عدلیہ کو شدید سماجی دباؤ، عوامی ردِ عمل اور مذہبی حساسیت کا سامنا بھی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اس قانون کے تحت درج ہونے والے مقدمات میں **شہادت** (Evidence) کے معیار، گواہوں کے بیانات، تفتیشی عمل کی شفافیت پر مسلسل سوالات اٹھتے رہے ہیں۔ پاکستانی عدالتی نظام میں مقدمات کا آغاز ٹرائل کورٹ سے ہوتا ہے، جہاں ابتدائی شہادتیں، گواہوں کے بیانات، ایف آئی آر اور تفتیشی رپورٹ کی بنیاد پر فیصلہ دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ توہینِ رسالت کے مقدمات میں ٹرائل کورٹس اکثر شدید عوامی اور مذہبی دباؤ کے تحت کام کرتی ہیں، جس کے نتیجے میں بعض اوقات شہادت کے معیار میں کمزوری اور تضادات کے خدشات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہائی کورٹ اور بالخصوص سپریم کورٹ میں شہادت کے معیار کا جائزہ زیادہ باریکی اور اصولی بنیادوں پر کیا جاتا ہے، جس سے انصاف کے امکانات میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس تحقیقی مقالے کا مقصد دفعہ 295-سی کے تحت مقدمات میں **ٹرائل کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ** کے شہادت کے معیار اور عدالتی استدلال کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے۔ اس مطالعے میں **آسیہ بی بی کیس** (Asia Noreen v. The State) کو بطور کیس سٹڈی منتخب کیا گیا ہے، کیونکہ یہ مقدمہ پاکستان کی عدالتی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کیس میں سپریم کورٹ نے شہادت کے معیار، گواہوں کے تضادات، ایف آئی آر کے اندراج میں تاخیر، تفتیشی خامیوں اور ذاتی دشمنی کے امکان جیسے عوامل کو بنیاد بنا کر ملزمہ کو بری کیا، اور واضح کیا کہ فوجداری قانون میں سزا کے لیے محض الزام کافی نہیں بلکہ **ثبوت کا معیار** ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ مقالہ خصوصاً اس بنیادی سوال کا جائزہ لیتا ہے کہ آیا چھوٹی عدالتوں میں شہادت کا معیار واقعی کمزور ہوتا ہے یا نہیں، اور یہ کہ سپریم کورٹ نے بریت کے لیے کن قانونی و اصولی بنیادوں کو اختیار کیا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ آیا یہ فیصلہ اسلامی عدل کے معیار سے ہم آہنگ ہے یا نہیں۔ اس موضوع کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ توہینِ رسالت کے مقدمات میں غلط الزام، جھوٹی شہادت اور کمزور تفتیش نہ صرف انصاف کے تقاضوں کو متاثر کرتی ہے بلکہ مذہبی انتہاپسندی اور انسانی حقوق کے مسائل کو بھی جنم دیتی ہے۔ چنانچہ اس مطالعہ سے پاکستانی عدالتی رویے، شہادت کے معیار اور انصاف کے مسائل کو سمجھنے کے لیے ایک اہم کوشش ہے۔

یہ تحقیق بین الاقوامی سطح پر بھی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ پاکستان میں قانون توہین رسالت پر عالمی انسانی حقوق کے ادارے اور بین الاقوامی قانونی حلقے مسلسل توجہ دیتے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ مقالہ عدالتی فیصلوں کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ اگر شہادت کے معیار اور انصاف کے اصولوں کو سختی سے نافذ کیا جائے تو حساس نوعیت کے مقدمات میں بھی عدلیہ انصاف فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جیسا کہ آسیہ بی بی کیس میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے واضح ہوتا ہے۔

آسیہ بی بی کیس:

جون 2009 میں درج ہوئے مقدمے میں آسیہ بی بی پر الزام تھا کہ انھوں نے اپنے گاؤں میں موجود مسلم خواتین کے ساتھ جھگڑے کے دوران پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف توہین آمیز الفاظ ادا کیے۔ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلہ میں اس مقدمہ کے بارے میں اس طرح لکھا گیا ہے

The accused further stated that Hazrat Muhammad PBUH contracted marriage with Hazrat Khadija Razi Anha Anha just in order to loot her wealth and after looting the same, the Holy Prophet discarded Hazrat Khadija Razi Allah Anha. She further told that the Holy Quran is not a divine book but it has been written /compiled by you,….[1]

ترجمہ: ملزمہ نے مزید بیان دیا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے صرف ان کا مال لوٹنے کے لیے نکاح کیا تھا، اور جب ان کا مال لوٹ لیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو چھوڑ دیا۔ اس نے مزید کہا کہ قرآنِ مجید کوئی الہامی (خدائی) کتاب نہیں ہے بلکہ یہ آپ لوگوں کی لکھی ہوئی/مرتب کی ہوئی کتاب ہے۔

استغاثہ نے اس مبینہ واقعے کی بنیاد پر شہادتیں پیش کیں، جن میں دو خواتین گواہوں نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے آسیہ بی بی کو یہ الفاظ ادا کرتے سنا۔ ننکانہ صاحب میں سیشن کورٹ (ٹرائل کورٹ) نے 8 نومبر 2010 کو آسیہ بی بی کو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت **توہینِ رسالت کا مجرم قرار دیا اور ان کو سزائے موت سنائی۔ عدالت نے اس کے علاوہ ان پر جرمانہ بھی عائد کیا۔ بعد میں لاہور ہائی کورٹ نے 2014 میں برقرار رکھی، **اور پھر** سپریم کورٹ نے اکتوبر 2018 میں بریت دے دی۔

ٹرائل کورٹ (District and Sessions Court) کا فیصلہ

سیشن کورٹ (ٹرائل کورٹ) نے 8 نومبر 2010 کو آسیہ بی بی کو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 C- کے تحت توہینِ رسالت کا مجرم قرار دیا اور ان کو **سزائے موت سنائی۔**

The appellant Mst Asia Bibi was tried in a case FIR No. 324 dated 19-06-2009 for an offence under Section 295-C PPC, registered at Police Station Sadar Nankana Sahib and was convicted and sentenced by the learned Addl. Session Judge, Nankana Sahib vide impugned judgement dated 08-11-2010… as under :- U/s 295-C Death with a fine of Rs. 100000/- and in default whereof , to further undergo six months SI[2]

عدالت نے اس کے علاوہ ان پر جرمانہ بھی عائد کیا۔ ٹرائل کورٹ کا یہ فیصلہ خاص طور پر اس بنیاد پر دیا گیا کہ استغاثہ نے گواہوں کے بیانات اور مبینہ عوامی اعتراف (extra-judicial confession) کو جرم ثابت کرنے کے لیے کافی سمجھا، جبکہ دفاع کے دلائل اور تضادات کو مقدمے میں مؤثر طور پر قبول نہیں کیا گیا۔

ٹرائل کورٹ کے فیصلے میں شہادت کا معیار

1استغاثہ کی شہادت: (Prosecution Evidence)

ٹرائل کورٹ میں استغاثہ کی شہادت کا بڑا حصہ **زبانی گواہی** پر مشتمل تھا۔ یہ شہادت زیادہ تر ان افراد کے بیانات پر قائم تھی جنہوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے ملزمہ کو مبینہ گستاخانہ الفاظ ادا کرتے سنا۔

2۔ مرکزی گواہان کے بیانات:

استغاثہ کے اہم گواہ وہ خواتین تھیں جو مبینہ طور پر اس جھگڑے کے وقت موجود تھیں۔ ٹرائل کورٹ نے ان گواہوں کے بیانات کو بنیادی شہادت تصور کرتے ہوئے ان کی ساکھ (credibility) کو زیادہ سخت معیار پر پرکھنے کے بجائے عمومی طور پر قبول کیا۔

3۔ مبینہ اعتراف (Extra-Judicial Confession) کا کردار:

اس مقدمے میں ایک پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ معاملہ مقامی مذہبی شخصیت/امام یا جرگہ نما ماحول میں پیش ہوا، جہاں آسیہ بی بی سے وضاحت طلب کی گئی۔ استغاثہ کی طرف سے یہ تاثر دیا گیا کہ آسیہ نے وہاں ایسی باتیں کیں جو اعتراف کے قریب سمجھی گئیں۔ فوجداری قانون میں عدالت کے باہر اعتراف (extra-judicial confession) عام طور پر کمزور شہادت تصور ہوتا ہے، کیونکہ یہ دباؤ کے تحت ہو سکتا ہے، اس کی تصدیق مشکل ہوتی ہے، اس میں تحریف کا امکان ہوتا ہے۔ لیکن ٹرائل کورٹ نے اس پہلو کو بھی استغاثہ کے حق میں ایک مضبوط تائیدی عنصر کے طور پر قبول کیا۔

4۔ شہادت میں تضادات (Contradictions) اور ٹرائل کورٹ کا رویہ:

دفاع کی جانب سے یہ مؤقف سامنے آیا کہ استغاثہ کے گواہوں کے بیانات میں متعدد تضادات موجود ہیں، مثلاً: واقعے کے وقت اور ترتیب میں اختلاف، مبینہ الفاظ کے درست الفاظ/الفاظ کی نوعیت پر اختلاف، واقعے کے مقام اور حالات میں تفاوت عام فوجداری مقدمات میں ایسے تضادات گواہی کی reliability پر سنگین سوال کھڑے کرتے ہیں، لیکن ٹرائل کورٹ نے ان تضادات کو معمولی (minor contradictions) قرار دیتے ہوئے استغاثہ کے موقف کو غالب رکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹرائل کورٹ نے شہادت کے تجزیے میں **strict scrutiny** کے بجائے نسبتاً نرم معیار اپنایا۔

5۔ FIR میں تاخیر (Delay in FIR) اور اس کی قانونی اہمیت:

آسیہ بی بی کیس میں ایک نمایاں قانونی پہلو یہ تھا کہ ایف آئی آر واقعے کے فوراً بعد درج نہیں ہوئی بلکہ اس میں تاخیر موجود تھی۔

پاکستانی فوجداری قانون میں FIR میں تاخیر:

- مقدمے کے من گھڑت ہونے (fabrication) کا امکان بڑھاتی ہے
- مشاورت اور منصوبہ بندی کے شک کو جنم دیتی ہے
- گواہی کو مشکوک بنا سکتی ہے

لیکن ٹرائل کورٹ نے FIR میں تاخیر کو استغاثہ کے کیس کے لیے اتنا مہلک عنصر نہیں سمجھا کہ اسے reasonable doubt کی بنیاد بنایا جا سکے۔ اس کے برعکس عدالت نے تاخیر کو قابلِ جواز سمجھ کر مقدمے کی بنیاد برقرار رکھی۔

6۔ ذاتی جھگڑے اور false implication کے امکان کو نظر انداز کرنا:

مقدمے کے پس منظر میں پانی پینے کے معاملے پر جھگڑا اور دیہی معاشرت میں مذہبی تعصب کا عنصر واضح تھا۔ ایسے مقدمات میں عدالت کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ: ذاتی دشمنی یا حسد، سماجی تعصب، مذہبی جذبات کو بھڑکانے کے امکان، اور غلط الزام (false implication) کو بطور possibility سنجیدگی سے evaluate کرے۔ جیسا کہ سپریم کورٹ نے کہا کہ بعد ازاں باقاعدہ پانچ روز تک سوچ بچار اور منصوبہ بندی کرنے کے بعد اپیل گزار پر توہین رسالت کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا۔[3] لیکن ٹرائل کورٹ کے فیصلے میں یہ پہلو زیادہ مضبوط انداز میں سامنے نہیں آتا۔ عدالت نے یہ امکان کمزور سمجھا کہ یہ الزام کسی ذاتی تنازع کے نتیجے میں گھڑا جا سکتا ہے، جبکہ سپریم کورٹ کے فیصلے میں یہی پہلو بعد میں بنیادی عنصر کے طور پر سامنے آیا۔

7۔ "Benefit of Doubt" کا اطلاق: ٹرائل کورٹ کی کمزوری:

فوجداری قانون کا مسلمہ اصول ہے کہ:

"If there is any reasonable doubt, the accused must be acquitted."

پاکستانی عدالتی نظام میں یہ اصول مستقل طور پر تسلیم شدہ ہے کہ سزا دینے کے لیے جرم کو **beyond reasonable doubt** ثابت کرنا ضروری ہے۔

لیکن ٹرائل کورٹ کے فیصلے میں یہ رجحان نمایاں نظر آتا ہے کہ عدالت نے:

- شک کے پہلوؤں کو کم اہمیت دی
- گواہوں کی reliability کو زیادہ سخت معیار پر test نہیں کیا
- اور prosecution burden کو مکمل طور پر ثابت شدہ تصور کر لیا

یوں ٹرائل کورٹ کا فیصلہ قانونی معیار کے بجائے زیادہ تر گواہوں کے بیانات اور الزام کی نوعیت کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے۔

سپریم کورٹ نے بھی اپنے فیصلے میں کہا کہ

مذکورہ افسر نے کبھی بھی جائے وقوعہ کا دورہ نہیں کیس اور نہ ہی گواہان کے بیانات خود ریکارڈ کئے۔ یہاں تک کہ حالات جن میں اپیل گزار کو فرفتار کیا گیا مقدمہ ہذا کے تناظر میں انتہائی مشکوک ہیں[4]

8۔ ٹرائیل کورٹ کا فیصلہ:

آسیہ بی بی کیس میں ٹرائل کورٹ کے فیصلے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدالت نے شہادت کے معیار کو جانچتے ہوئے:

- زبانی گواہی کو بنیادی ثبوت بنایا۔
- تضادات کو معمولی قرار دیا۔
- FIR میں تاخیر کے اثرات کو کمزور سمجھا۔
- سماجی تعصب کے امکان کو کم اہمیت دی۔
- اور شک کے فائدہ کے اصول کو نافذ نہیں کیا۔

اسی بنیاد پر ٹرائل کورٹ نے آسیہ بی بی کو دفعہ **295-C** کے تحت مجرم قرار دیتے ہوئے **سزائے موت** سنائی۔

لہذا ٹرائل کورٹ کا فیصلہ اس بات کی مثال ہے کہ پاکستان میں توہینِ رسالت کے حساس مقدمات میں ذیلی عدالتوں پر عوامی دباؤ، مذہبی جذبات اور سماجی ماحول کے اثرات ممکنہ طور پر شہادتی معیار کو متاثر کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلی عدالتوں میں ایسے مقدمات کا دوبارہ جائزہ اکثر انصاف کے اصولوں کو زیادہ مضبوط انداز میں سامنے لاتا ہے۔

لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے میں شہادت کا معیار:

1۔ اپیل کا پس منظر (Appeal Context)

ٹرائل کورٹ کی جانب سے آسیہ بی بی کو دفعہ 295 C- کے تحت سزائے موت سنائے جانے کے بعد مقدمہ لاہور ہائی کورٹ میں اپیل کی صورت میں آیا۔ ہائی کورٹ کے سامنے بنیادی سوال یہ تھا کہ آیا ٹرائل کورٹ کا فیصلہ شہادت اور قانونی اصولوں کے مطابق درست ہے یا نہیں۔ چونکہ توہینِ رسالت کا الزام ایک سنگین جرم ہے، اس لیے قانونی تقاضا یہ تھا کہ ہائی کورٹ شہادتوں کا دوبارہ اور زیادہ گہرائی سے جائزہ لے۔

2۔ لاہور ہائی کورٹ کا ٹرائل کورٹ فیصلے کی تائید

لاہور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں عمومی طور پر ٹرائل کورٹ کے استدلال کو درست قرار دیتے ہوئے سزا برقرار رکھی۔ اس نتیجے پر پہنچی کہ ملزمہ کے خلاف الزامات ثابت ہو چکے ہیں۔ ہائی کورٹ نے اگرچہ قانونی طور پر شہادت کا دوبارہ جائزہ لیا، لیکن اس کا مجموعی نتیجہ ٹرائل کورٹ کے مؤقف کی تائید پر مبنی رہا۔

3۔ گواہوں کی شہادت اور لاہور ہائی کورٹ کا قانونی استدلال

ہائی کورٹ کے فیصلے میں گواہوں کے بیانات کو مرکزی بنیاد بنایا گیا۔ عدالت عالیہ نے لکھا

The prosecution in order to prove its case produced as many as seven witnesses including Qari Muhammad Salaam [5]

عدالت نے استغاثہ کے گواہوں کو معتبر تصور کیا اور کہا کہ گواہوں کے بیانات مقدمے کی اصل بنیاد ہیں۔ گواہان نے واقعہ براہِ راست سنا۔ گواہوں کی تعداد اور ان کا اتفاق مقدمے کو مضبوط کرتا ہے، ہائی کورٹ نے دفاع کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراضات کے باوجود گواہوں کے بیان کو قابل اعتماد شہادت سمجھا۔

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے پیرا نمبر 21 صفحہ 51 میں لکھا کہ

"ریکارڈ سے ظاہر ہے اور یہ انتہائی افسوسناک ہے کہ جب اسماءبی بی سے اپیل گزار اور اسماءبی بی کے مابین پانی پلانے پر ہونے والے جھگڑے کے متعلق وکیل صفائی نے دوران جرح سوال تجویز کیا تو اس نے اس سے انکار کیا"[6]

4۔تضادات (Contradictions) کو minor قرار دینا

دفاع نے ہائی کورٹ میں بھی یہ مؤقف دہرایا کہ گواہوں کے بیانات میں متعدد تضادات موجود ہیں۔ لیکن لاہور ہائی کورٹ نے ان تضادات کو فیصلہ کن نہیں مانا اور کہا کہ معمولی تضادات انسانی یادداشت اور حالات کے مطابق فطری ہوتے ہیں ایسے تضادات مقدمے کی بنیاد کو ختم نہیں کرتے اصل بات یہ ہے کہ وقوعہ اور الزام کی کہانی برقرار ہے یوں ہائی کورٹ نے تضادات کو **material contradictions** کی بجائے معمولی تضاد سمجھ کر نظرانداز کیا۔ عدالتِ عالیہ نے حقائق کو یوں سمجھا کہ :

دونوں گواہ موقعِ وقوع پر موجود تھے۔ دفاع نے کراس سوالات میں کوئی واضح تضاد سامنے نہیں لایا۔ اس لیے شہادت مستند ہے ،یہی وجہ ہے کہ عدالت نے **گواہوں کے بیانات میں تضادات کو *اہم نہیں*** سمجھا، جبکہ سپریم کورٹ نے بعد میں اُنھی تضادات کو **credible doubt** کے طور پر لیا۔

5۔ FIR میں تاخیر اور تفتیشی کمزوریاں: محدود تجزیہ

ہائی کورٹ کے فیصلے میں FIR میں تاخیر اور پولیس تفتیش کے معیار پر تفصیلی اور سخت تنقیدی تجزیہ نظر نہیں آتا۔ اگرچہ دفاع نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ مقدمے میں مشاورت کے بعد ایف آئی آر درج ہوئی۔ جھگڑے کے پس منظر میں الزام گھڑا گیا۔ پولیس نے غیر جانبدارانہ تفتیش نہیں کی۔ لیکن ہائی کورٹ نے ان عوامل کو reasonable doubt کی بنیاد بنانے کے بجائے مقدمے کی مجموعی شہادت کو کافی قرار دیا۔

6۔ Extra-Judicial Confession اور سماجی دباؤ کا پہلو

ہائی کورٹ نے ٹرائل کورٹ کی طرح اس عنصر کو بھی وزن دیا کہ معاملہ گاؤں میں مذہبی شخصیت/لوگوں کے سامنے پہنچا اور وہاں سے معاملہ آگے بڑھا۔ فیصلے میں ایک جگہ لکھا ہوا ہے کہ

"استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادت کے عوامی اجتماع کو کہاں منعقد کیا گیا۔ کتنے لوگوں نے اس اجتماع میں شرکت کی اپیل گزار کو مجمع میں کون اور کیسے لے کر آیا اور یہ اکلاس کتنی دیر جاری رہا وغیرہ۔ مجھے مکمل طور پر واضح تضادات سے لبریز لگا۔ جو استغاثہ کی کہانی کے اس حصے کو مکمل طور پر جھوٹا ظاہر کرتا ہے۔"[7]

تاہم یہ پہلو قانونی اعتبار سے حساس تھا، کیونکہ عدالت کے باہر ہونے والے اعترافات اور عوامی دباؤ کے تحت ہونے والی گفتگو کو فوجداری قانون میں مکمل proof نہیں سمجھا جاتا۔ اس کے باوجود لاہور ہائی کورٹ نے اس نکتے کو دفاع کے حق میں مشکوک نہیں مانا۔

7۔ "Benefit of Doubt" کا محدود اطلاق

لاہور ہائی کورٹ نے یہ اصول تسلیم تو کیا کہ ملزم کو شک کا فائدہ دیا جا سکتا ہے، مگر عدالت نے یہ قرار دیا کہ شک کی سطح قابل اعتماد نہیں۔استغاثہ کی شہادت کافی مضبوط ہے۔دفاع کے اعتراضات سزا کو ختم کرنے کے لیے ناکافی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہائی کورٹ نے tشک کا فائدہ کے اصول کو عملی طور پر استعمال نہیں کیا۔

8۔لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کا خلاصہ

مجوزہ عدالت عالیہ نے اپیل کی سماعت کرنے اور ریفرنس کا جائزہ لینے کے بعد اپیل گزار کی اپیل خارج کر دی اور ریفرنس کا جواب مثبت دیا جس کے نتیجے میں آسیہ بی بی کی سزائے موت کی توثیق ہو گئی [8]

لاہور ہائی کورٹ نے ٹرائل کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے یہ موقف اپنایا کہ استغاثہ کے گواہ قابلِ اعتبار ہیں۔تضادات معمولی ہیں۔مقدمے کی مجموعی شہادت جرم ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔سزا برقرار رہنی چاہیے۔چنانچہ لاہور ہائی کورٹ نے آسیہ بی بی کی اپیل مسترد کر دی اور **سزائے موت برقرار رکھی۔**

عدالت عالیہ نے پیرا20میں لکھا کہ

The criminal appeal No.2509 of 2010 stands dismissed “[9]

"ہائی کورٹ فیصلے کا تنقیدی تجزیہ(Critical Assessment)

لاہور ہائی کورٹ نے شہادت کے معیار کے تجزیے میں witness credibility کو زیادہ سخت معیار پر جانچا۔انتظامی بے ضابطگی پر محدود چھان بین کی۔تاخیری ایف آئی آر اور false implication کے امکانات کو decisive weight نہیں دیا اور benefit of doubt کو محدود انداز میں دیکھا۔یہی وجہ ہے کہ بعد میں سپریم کورٹ نے مختلف نتیجہ نکالا۔

سپریم کورٹ کے فیصلے میں شہادت کا معیار

سپریم کورٹ آف پاکستان نے آسیہ کیس میں شہادت کے معیار کو سخت طریقے استعمال کرتے ہوئے عدالت نے واضح کیا کہ توہینِ رسالت جیسے سنگین مقدمات میں سزا صرف الزام یا جذبات کی بنیاد پر نہیں ہو سکتی۔شہادت کا معیار انتہائی مضبوط ہونا ضروری ہے ۔استغاثہ کو جرم **beyond reasonable doubt** ثابت کرنا ہوتا ہے۔یہاں سپریم کورٹ کا مرکزی محور یہ تھا کہ آیا استغاثہ کی شہادت واقعی قابلِ اعتماد ہے یا نہیں۔

سپریم کورٹ نے استغاثہ کے گواہوں کے بیانات کو باریک بینی سے دیکھا۔عدالت نے یہ نکات اٹھائے: گواہوں کے بیانات میں واضح تضادات موجود ہیں۔واقعے کی ترتیب، وقت اور الفاظ میں inconsistency ہے۔گواہوں کے بیانات باہمی طور پر fully corroborate نہیں کرتے ۔سپریم کورٹ نے کہا کہ ایسے تضادات minor نہیں بلکہ **material contradictions** ہیں جو مقدمے کی بنیاد کو کمزور کرتے ہیں۔

ایک جگہ فیصلے میں جج نے لکھا" تمام نجی گواہان جن میں قاری محمد سلام، مافیابی بی، اسمابی بی، اور محمد افضل شامل ہیں نے مقدمے کے اس حقیقی پہلو کے متعلق اپنی زبان بند رکھی اور مقدمے کا یہ رخ صرف عدالتی گواہ اور ایک تفتیشی افسر کے بیان کے بعد ظاہر ہوا جو دونوں خود مختار گواہان تھے۔"[10]

3۔ FIR میں تاخیر Suspicion of Fabrication: سپریم کورٹ نے FIR میں تاخیر کو بہت اہم سمجھا۔ عدالت کے مطابق اگر واقعہ اتنا سنگین تھا تو FIR فوری درج ہونی چاہیے تھی تاخیر سے یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ الزام مشاورت سے گھڑا گیا۔ تاخیر انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ یہ وہ پہلو تھا جسے ٹرائل کورٹ اور ہائی کورٹ نے معمولی سمجھا، لیکن سپریم کورٹ نے اسے reasonable doubt کے لیے بنیادی بنیاد قرار دیا۔

4۔ سپریم کورٹ نے پولیس تفتیش کے معیار کو بھی تنقیدی نگاہ سے دیکھا اور کہا کہ ولیس نے غیر جانبداری سے کام نہیں لیا۔ ابتدائی تفتیش میں خامیاں ہیں۔

"اس طرح کے مقدمات کی تفتیش پولیس سپرنٹنڈنٹ سے کم درجے کا شخص نہیں کر سکتا"[11]

ضابطے کی بے ضابطگیاں مقدمے کی سچائی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ سپریم کورٹ کے نزدیک، اگر تفتیشی عمل کمزور ہو تو سزا دینا انصاف کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

5۔ False Implication کا امکان معمولی تنازعہ

سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ اس مقدمے کا آغاز ایک معمولی جھگڑے سے ہوا تھا۔ عدالت نے کہا کہ ذاتی تنازع کی بنیاد پر مذہبی الزام لگایا جا سکتا ہے۔ ایسے مقدمات میں false implication کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ عدالت کو ہر ممکن possibility کو examine کرنا ہوگا۔ چنانچہ سپریم کورٹ نے personal dispute کو دفاع کے لیے ایک مضبوط doubt factor قرار دیا۔

رکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ اپیل گزار اور اس کے آباء واجداد 1947 میں قیام پاکستان سے پہلے اس گاوں میں رہائش پزیر ہیں اور اس تمام عرصے میں کبھی بھی وہاں رہنے والوں کے درمیان مذہبی معاملے پر کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔[12]

6۔ Extra-Judicial Confession کو کمزور شہادت قرار دینا

سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ عدالت کے باہر ہونے والے اعترافات یا عوامی اجتماع میں دیے گئے بیانات قانونی طور پر strong evidence نہیں انہیں مکمل proof نہیں بنایا جا سکتا۔ ان میں coercion اور manipulation کا امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا سپریم کورٹ نے اس بنیاد کو بھی unreliable سمجھا۔ استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادتوں میں تضاد تھا[13]

7۔ Benefit of Doubt: سپریم کورٹ کا فیصلہ کن اصول کہ:

"Benefit of doubt is not a concession but a right of the accused."

یعنی شک کا فائدہ دینا کوئی رعایت نہیں بلکہ ملزم کا قانونی حق ہے۔ عدالت نے کہا کہ اگر prosecution evidence میں معمولی سا بھی reasonable doubt پیدا ہو جائے تو سزا برقرار نہیں رہ سکتی۔

مزید عدالت نے کہا

اوپر بیان کردہ سنگین تضادات واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ مقدمہ ہذا میں سچائی کو بہت سی ایسی باتوں سے گڈ مڈ کیا گیا ہے جو سچ نہیں ہیں [14]

8۔اسلامی قانون سے ہم آہنگی

اسلام میں سزا دینے کے لیے ثبوت کا معیار بہت سخت ہے۔ اگر شک پیدا ہو جائے تو سزا روک دینا بہتر ہے۔ حدود و تعزیرات کے معاملات میں احتیاط کا اصول بنیادی ہے۔ یوں عدالت نے benefit of doubt کو نہ صرف پاکستانی قانون بلکہ اسلامی اصولوں کے مطابق قرار دیا۔

9۔سپریم کورٹ کا فیصلہ

سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ استغاثہ کا کیس contradictions اور procedural defects سے بھرا ہوا ہے۔ شہادت beyond reasonable doubt ثابت نہیں کرتی۔ ملزمہ کو شک کا فائدہ دینا لازم ہے۔ للہٰذا عدالت نے آسیہ بی بی کو **بری کر دیا** اور سزا کالعدم قرار دی۔ ذیلی عدالتوں کی جانب سے اپیل گزار کو دی گئی اور برقرار رکھی گئی سزا ختم کی جاتی ہے اور اس کو شک کا فائیدہ دیتے ہوئے الزام سے بری کیا جاتا ہے [15]

سپریم کورٹ نے اس مقدمے میں evidence evaluation کا ایسا معیار قائم کیا جو واضح طور پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ blasphemy cases میں جذباتی ماحول evidence appreciation کو متاثر کر سکتا ہے۔ lower courts میں witness testimony کو زیادہ آسانی سے accept کیا جا سکتا ہے۔ لیکن superior judiciary strict legal scrutiny کے ذریعے miscarriage of justice کو روک سکتی ہے

ٹرائل کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کا تقابلی خلاصہ

ٹرائل کورٹ: گواہی کو کافی سمجھا، تضادات کو minor قرار دیا، سزا دے دی۔

ہائی کورٹ: زیادہ تر trial reasoning کو accept کیا، سزا برقرار رکھی۔

سپریم کورٹ : تضادات، + تاخیری ایف آئی آر + کمزور تفتیش، کو decisive مانا اور benefit of doubt پر بریت دی۔

آسیہ بی بی کیس میں ٹرائل کورٹ اور لاہور ہائی کورٹ نے بنیادی طور پر استغاثہ کی زبانی شہادت پر اعتماد کرتے ہوئے تضادات، FIR میں تاخیر اور تفتیشی خامیوں کو غیر فیصلہ کن قرار دیا، جبکہ سپریم کورٹ نے اسی شہادت کو سخت قانونی معیار پر پرکھتے ہوئے اسے "beyond reasonable doubt" کے تقاضے پر ناکافی سمجھا۔ سپریم کورٹ نے گواہوں کے بیانات میں تضادات، مقدمے کے پس منظر میں ذاتی تنازع، FIR میں غیر معمولی تاخیر اور تفتیشی کمزوریوں کو reasonable doubt کی بنیاد قرار دے کر یہ اصول واضح کیا کہ benefit of doubt کوئی رعایت نہیں بلکہ ملزم کا بنیادی حق ہے۔ یوں سپریم کورٹ کا فیصلہ پاکستانی فوجداری قانون اور اسلامی اصولِ احتیاط و عدل دونوں سے ہم آہنگ ایک نمایاں عدالتی precedent بن کر سامنے آتا ہے۔

1۔شہادت کے معیار میں عدالتی سطح کے مطابق فرق :

آسیہ بی بی کیس کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں دفعہ 295 C-کے تحت مقدمات میں شہادت کے معیار کا اطلاق عدالتی سطح پر مختلف ہو سکتا ہے۔ٹرائل کورٹ اور لاہور ہائی کورٹ نے زیادہ تر استغاثہ زبانی شہادت کو کافی سمجھتے ہوئے اسے سزا کے لیے بنیاد بنایا، جبکہ سپریم کورٹ نے اسی شہادت کو فوجداری قانون کے اعلیٰ معیار یعنی **beyond reasonable doubt** پر پرکھا اور اسے ناکافی قرار دیا۔ یہ فرق اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ lower judiciary میں evidence appreciation کا معیار اکثر factual acceptance پر زیادہ مبنی ہوتا ہے، جبکہ superior judiciary میں evidence کو strict legal scrutiny کے ذریعے evaluate کیا جاتا ہے۔اس طرح آسیہ بی بی کیس ایک ایسا precedent بن جاتا ہے جو پاکستانی عدالتی نظام میں شہادت کے معیار کے structural فرق کو نمایاں کرتا ہے۔

2۔زبانی گواہی پر حد سے زیادہ انحصار:(Over-Reliance on Oral Testimony)

آسیہ بی بی کیس میں استغاثہ کا بنیادی ڈھانچہ زبانی گواہی پر قائم تھا۔ٹرائل کورٹ نے گواہوں کی بات کو بڑی حد تک سچ سمجھا اور اسے سزا کے لیے کافی قرار دیا۔لاہور ہائی کورٹ نے بھی اسی بنیاد کو برقرار رکھا۔تاہم سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ محض زبانی گواہی کافی نہیں ہو سکتی، خصوصاً جب گواہوں کے بیانات میں تضاد موجود ہو، واقعے کے محرکات میں ذاتی دشمنی شامل ہو اور تفتیشی عمل غیر معیاری ہو۔یہاں سپریم کورٹ کا approach اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فوجداری مقدمات میں زبانی شہادت تب ہی معتبر ہو سکتی ہے جب وہ **consistent, corroborated and credible** ہو۔

3۔گواہوں کے بیانات میں تضادات اور "Material Contradictions" کا تصور:

اس کیس میں lower courts نے گواہوں کے بیانات میں تضادات کو معمولی تضادات قرار دیا۔ٹرائل کورٹ اور ہائی کورٹ نے یہ موقف اختیار کیا کہ انسانی یادداشت اور حالات کے سبب کچھ اختلافات فطری ہوتے ہیں، لہٰذا یہ مقدمے کی بنیاد کو متاثر نہیں کرتے۔اس کے برعکس سپریم کورٹ نے انہی تضادات کو "material contradictions" قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ معمولی نہیں بلکہ ایسے بنیادی اختلافات ہیں جو پورے کہانی کو مشتبہ بنادیتے ہیں۔اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ توہین رسالت جیسے حساس مقدمات میں contradictions کو معمولی سمجھنے کے بجائے انہیں سختی سے جانچنا ضروری ہے، کیونکہ ایک غلط سزا معاشرتی اور قانونی سطح پر ناقابل تلافی نقصان پیدا کر سکتی ہے۔

4۔ FIR میں تاخیر اور بدنیتی کے خدشات:

FIR کے اندراج میں تاخیر lower courts کو سپریم کورٹ نے اسے مقدمے کی credibility کے لیے انتہائی اہم قرار دیا۔فوجداری قانون میں FIR کا فوری اندراج اس لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ یہ وقوعہ کی ابتدائی اور کم سے کم تحریف شدہ رپورٹ ہوتی ہے۔سپریم کورٹ نے اس بات پر زور دیا کہ FIR میں تاخیر کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ واقعے کی story مشاورت سے تیار کی گئی، الزام کو مذہبی رنگ دے کر amplify کیا گیا۔اصل تنازع کو قانونی طور پر مضبوط الزام میں تبدیل کیا گیا یوں سپریم کورٹ

نے تاخیر کو استغاثہ کے لیے fatal weakness کے طور پر treat کیا۔اس مشاہدہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ چھوٹی عدالتیں اکثر FIR delay کے اثرات کو underestimate کرتی ہیں، جبکہ سپریم عدالتیں اسے خاصہ بڑا نقصان سمجھتے ہیں۔

5۔ذاتی تنازع اور false implication کا امکان:

کیس کا پس منظر پانی کے جھگڑے سے جڑا تھا۔ یہ عنصر ٹرائل کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں میں ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔ لیکن سپریم کورٹ نے اسی پس منظر کو مقدمے کے مرکز میں رکھتے ہوئے واضح کیا کہ توہین رسالت کا الزام اکثر تنازع کے بعد بطور ہتھیار استعمال ہو سکتا ہے۔عدالت پر لازم ہے کہ motive اور possibility of false implication کا ضرور تجزیہ کرے۔ یہ نکتہ بتاتا ہے کہ پاکستان میں ذاتی دشمنی اور سماجی تنازعات مذہبی مقدمات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

6۔ تفتیشی عمل کی خامیاں اور بے قاعدگیاں:

سپریم کورٹ کے فیصلے یں تفتیشی نقائص پر خاص توجہ دی گئی، جبکہ lower courts نے انہیں secondary سمجھا۔ یہاں یہ بات اہم ہے کہ توہینِ رسالت کے مقدمات میں پولیس اور تفتیشی ادارے اکثر مقامی دباؤ، خوف یا سماجی ردعمل کے باعث neutral investigation کرنے میں ناکام رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا سپریم کورٹ نے یہ اصول دیا کہ ایسے مقدمات میں تفتیشی معیار کو بہت سخت ہونا چاہیے۔

7۔ غیر عدالتی اختلاف کی حیثیت:(Weakness of Confession Outside Court)

ٹرائل کورٹ اور ہائی کورٹ نے مذہبی شخصیت یا عوامی اجتماع کے سامنے ہونے والی گفتگو کو معیاری شہادت سمجھا، جبکہ سپریم کورٹ نے اسے کمزور شہادت قرار دیا۔عدالت کے مطابق:extra-judicial confession غلط رپورٹ ہو سکتا ہے۔مذہبی جذبات کے ماحول میں exaggeration کا شکار ہو سکتا ہے، یہاں سپریم کورٹ نے یہ واضح کیا کہ فوجداری انصاف میں سزا کا معیار صرف ایسے اعترافات پر قائم نہیں کیا جا سکتا جن کی قانونی تصدیق مضبوط نہ ہو۔

8۔ شک کا فائدہ Benefit of Doubt: پاکستانی قانون اور اسلامی اصول کا مشترک نکتہ:

اس کیس میں سب سے اہم doctrinal contribution سپریم کورٹ کی طرف سے "benefit of doubt" کے اصول کی وضاحت ہے۔ سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ **Benefit of doubt کوئی رعایت نہیں بلکہ ملزم کا بنیادی حق ہے۔** یہ اصول پاکستانی فوجداری قانون میں بھی بنیادی ہے اور اسلامی اصولِ عدل سے بھی ہم آہنگ ہے۔ اسلامی فقہی روایت میں بھی سزا دینے کے لیے ثبوت کا معیار انتہائی سخت رکھا گیا ہے اور شک کی صورت میں سزا روکنے کی تاکید ملتی ہے۔ یوں سپریم کورٹ نے یہ ثابت کیا کہ اسلامی قانون اور فوجداری آئین میں تضاد نہیں بلکہ دونوں میں انصاف کے لیے احتیاط اور ثبوت مشترک اصول ہیں یہاں یہ بحث بین الاقامی جرنلز میں بھی قابل قبول ہو گی کیونکہ یہ مذہب اور جدید قانون کے درمیان خلا کرتا ہے۔

9۔ لوئر کورٹس میں شہادت کے معیار کی کمزوری:

چھوٹی عدالتوں میں گواہی کا معیار جانچنے کا مسئلہ صرف فرد یا جج کا مسئلہ نہیں بلکہ مکمل ادارہ ہے۔اس میں ممکنہ عوامل جیسے سماجی اور مذہبی دباؤ، سکیورٹی خدشات، گواہوں اور عدالت کے ماحول میں ارادتا ، پولیس تفتیش کی کمزوری، ضابط کار کا کمزور اطلاق شامل ہیں ۔لہٰذا آسیہ بی بی کیس اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ توہین رسالت مقدمات میں نچلے درجے کے قانون کو زیادہ قانونی تحفظ اور ادارا کی حمایت درکار ہے تاکہ فیصلے صرف شہادت کی بنیاد پر ہوں۔

آسیہ بی بی کیس میں شہادت کے معیار کا تقابلی جدول:

(Trial Court vs Lahore High Court vs Supreme Court of Pakistan)

نمبر شمار	پہلو	ٹرائل کورٹ	ہائیکورٹ	سپریم کورٹ
1	شہادت کا مجموعی معیار	نسبتا نرم معیار، گواہی ہی کافی	محدود چھان بین ،ٹرائل کورٹ کی تائید	سخت اصولی معیار
2	ثبوت کی ذمہ داری	زیادہ سختی سے لاگو نہیں کیا	استغاثہ کی گواہی کافی	استغاثہ کو ثابت کرنے کا پابند
3	گواہوں کی گواہی	گواہی قابل اعتماد	اعتماد قائم رکھا	گواہی پر سنجیدہ سوالات اٹھائے
4	گواہوں کے تضادات	معمولی تضاد	غیر فیصلہ کن تضاد	مواد کا تضاد سمجھا
5	واقعہ کی نوعیت	ثابت شدہ	ثابت شدہ	مشکوک
6	ایف آئی آر میں تاخیر	اہم نہیں	فیصلہ پر اثر نہیں ڈالا	تاخیر کو اہم سمجھا
7	تفتیشی معیار	تفتیشی خامی پر کم توجہ	تفتیش قابل قبول	مہلک قرار دیا
8	غلطی کا امکان	ذاتی جھگڑا حقیر سمجھا	ذاتی جھگڑا فیصلے پر اثر نہیں ڈالتا	ذاتی جھگڑا مستحکم وجہ
9	غیر قانونی اعتراف امام کے سامنے	اہم شہادت سمجھا	جزوی عنصر سمجھا	ناقابل بھروسہ
10	دفاعی موقف	دفاع کے دلائل کمزور	دفاع غیر موثر قرار	شک کے لئے موثر
11	شک کا فائدہ	اطلاق نہیں کیا	رسمی اطلاق	شک بطور بنیادی اصول
12	قانونی اصول	فوجداری و آئینی لا کا اصول	ٹرائل کی تائید	زیادہ واقعہ پر اعتماد

13	اسلامی اصول سے تعلق	واضح نہیں	محدود حوالہ	اسلامی عدل۔ سخت معیار
14	فیصلہ کا نتیجہ	سزائے موت اور جرمانہ	سزا برقرار	بریت
15	فیصلہ کا اثر	سزا کا آغاز کیا، سخت رجحان	چھوٹی عدالت کے فیصلہ پر اتفاق	سخت شہادت لازم، نظیر قائم

خلاصۂ بحث:

آسیہ بی بی کیس پاکستان کے فوجداری عدالتی نظام میں شہادت کے معیار، ثبوت کے بوجھ اور کےاصول کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم مقدمہ ہے۔ اس مقدمے میں ٹرائل کورٹ اور لاہور ہائی کورٹ نے بنیادی طور پر استغاثہ کی زبانی گواہی پر اعتماد کیا اور گواہوں کے بیانات میں موجود تضادات، ایف آئی آر کے اندراج میں تاخیر، تفتیشی کمزوریوں اور ذاتی تنازع کے پس منظر کو فیصلہ کن اہمیت نہیں دی۔ اس کے برعکس سپریم کورٹ نے انہی نکات کو سخت فوجداری معیار پر پرکھا اور قرار دیا کہ جب شہادت باہم متضاد، غیر مؤید اور مشتبہ ہو تو اسے سزائے موت جیسے سنگین نتیجے کے لیے کافی نہیں سمجھا جا سکتا۔سپریم کورٹ کے فیصلے کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ توہینِ رسالت جیسے حساس مقدمات میں مذہبی جذبات، عوامی دباؤ یا سماجی ماحول کو شہادت کا بدل نہیں بنایا جا سکتا۔ عدالت نے واضح کیا کہ معتبر شہادت وہی ہے جو قابلِ اعتماد، مستقل مزاج، باہم ہم آہنگ اور دیگر قرائن سے مضبوط ہو۔ اسی طرح عدالت نے ایف آئی آر میں غیر معمولی تاخیر، مبینہ غیر عدالتی اعتراف، پولیس تفتیش کی خامیوں اور پانی کے جھگڑے جیسے ذاتی پس منظر کو ایسے عوامل قرار دیا جو استغاثہ کے مقدمے میں معقول شک پیدا کرتے ہیں۔ اس بنا پر یہ فیصلہ اس اصول کو مضبوط کرتا ہے کہ کمزور تفتیش، غیر مصدقہ اعتراف یا صرف زبانی الزام کسی شخص کو مجرم ٹھہرانے کے لیے کافی نہیں ہو سکتے۔سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ شک کا فائدہ کوئی رعایت نہیں بلکہ ملزم کا بنیادی حق ہے۔ یہ اصول پاکستانی فوجداری قانون کے ساتھ ساتھ اسلامی اصولِ عدل، احتیاط اور اثباتِ جرم کے سخت معیار سے بھی ہم آہنگ ہے، کیونکہ اسلامی فقہی روایت میں بھی شک کی موجودگی میں سزا روکنے کو ترجیح دی گئی ہے۔ یوں آسیہ بی بی کیس یہ ثابت کرتا ہے کہ حساس مذہبی مقدمات میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ عدالتیں الزام کی نوعیت سے متاثر ہونے کے بجائے شہادت کی قانونی قوت، تفتیش کی شفافیت، گواہوں کی ساکھ اور معقول شک کے اصول کو بنیادی معیار بنائیں۔ اس تناظر میں یہ فیصلہ پاکستان میں منصفانہ سماعت، عدالتی احتیاط اور شہادتی معیار کی بالادستی کے لیے ایک نمایاں نظیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

حوالہ جات:

[1]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Murder Reference No. 614 of 2010 and Criminal Appeal No. 2509 of 2010, Lahore High Court, Lahore, October 16, 2014, 6.

[2]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Murder Reference No. 614 of 2010 and Criminal Appeal No. 2509 of 2010, Lahore High Court, Lahore, October 16, 2014, 1.
[3]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 21, 50.
[4]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 18, 48.
[5]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Murder Reference No. 614 of 2010 and Criminal Appeal No. 2509 of 2010, Lahore High Court, Lahore, October 16, 2014, para. 3, 2.
[6]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 21, 51.
[7]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 16, 45.
[8]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 22, 18.
[9]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Murder Reference No. 614 of 2010 and Criminal Appeal No. 2509 of 2010, Lahore High Court, Lahore, October 16, 2014, para. 20, 14.
[10]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 21, 51.
[11]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 18, 48.
[12]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 22, 51.
[13]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 20, 49.
[14] *Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif .Saeed Khosa, para. 25, 56*
[15]Mst. Asia Bibi v. The State and Others, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, Supreme Court of Pakistan, Islamabad, October 31, 2018, concurring opinion of Justice Asif Saeed Khosa, para. 26, 57.